فارسی زبان کا ارتقاء

جناب عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی، بی، اے
(مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ)

دولت عباسیہ کے قیام کے وقت سے، ایرانیوں نے، حکومت کے معاملہ میں عربوں کا ساتھ دیا اور ان کے نام سے اور ان کے ماتحت رہ کر، بحیثیت گورنر حکومت کرتے رہے، یہاں تک کہ رشید کے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوگئی۔ مامون، ایرانیوں کی مدد کی وجہ سے امین پر غالب آگیا۔ طاہر بن حسن، مامون کے چوٹی کے لوگوں میں سے تھا اور اس کی بڑی خدمات تھیں، جن کے صلہ میں مامون نے، طاہر کو خراسان کا امیر بنا دیا۔ اور یہ امارت، کئی پشت تک اس کے خاندان میں باقی رہی۔ آخر میں اس پر صفاری اور سامانی یکے بعد دیگرے قابض ہوتے گئے۔

ظہور اسلام کے بعد سب سے پہلا فارسی قصیدہ، مامون کے عہد میں لکھا گیا۔ جس کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بار، مامون، مرو کی سیر کے لئے گیا تو وہاں ایک ایرانی شاعر نے مامون کی مدح میں ایک فارسی قصیدہ پیش کیا۔

انقطاعی تحریک نے تیسری صدی میں جنم لیا اور چوتھی صدی میں جاکر زور پکڑا اور بلادِ عجم، اپنی گردنوں سے خلافت عباسیہ کا طوقِ غلامی، اتار پھینکنے میں لگ گئے۔ بالآخر کوشش کامیاب رہی اور عراق تک ان کا سیاسی اثر قائم ہوگیا۔ کئی حکومتیں مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگئیں، مثلاً خراسان اور ترکستان میں، سامانی حکومت، طبرستان میں زیاری ایران و عراق وغیرہ میں بویہی، افغانستان اور ہندوستان میں غزنی، اس طرح قومی روح برابر پرورش پاتی رہی، فارسی زبان نے حیاتِ نو حاصل کیا اور فارسی ادب بتدریج، ترقی کے منازل طے کرنے لگا۔

عجمیوں میں شاید، سب سے زیادہ متعصب امیر، مرداویج بن زیار تھا۔ جس نے طبرستان میں زیاری حکومت کی بنیاد رکھی، اس کی بابت، کتاب "تجارب الامم" میں لکھا ہے۔ کہ:

"اس کی خواہش تھی کہ بغداد پر حکومت کرے، سر پر تاج رکھے اور عجمی حکومت کو پھر سے زندہ کرے مگر اپنے اس خواب کی تعبیر دیکھنے سے پہلے، قتل کر دیا گیا۔ تسکین خاطر کے لئے، اس نے زر و جواہر سے مرصع ایک تاج بنوایا اور ساتھ ہی ایک زرین تخت بھی تیار کرایا۔ جس پر ایک شاندار کرسی جڑی ہوئی تھی، اس پر وہ تنہا براجمان ہوتا۔ سامنے ایک اور نقرئی تخت لگا رکھا ہوتا، جس پر چاندنی بچھی ہوتی، اس کے آگے اعلیٰ مراتب والوں کے لئے سنہری کرسیاں رکھی ہوتیں، وہ اپنے خطوط، علی بن وھبان کے پاس برابر بھیجا رہتا کہ ایوان کسریٰ کو شاہانہ انداز پر تیار رکھے تاکہ بحیثیت بادشاہ وہ اس میں قیام کر سکے اور اس کی، قبل از اسلام کی شاہانہ عظمت کو پھر سے زندہ کرے۔"

مرداویج، طرح طرح کی مجلسیں منعقد کیا کرتا تھا۔ جس میں سے "لیلۃ الوقود" کا جشن خاص طور پر مناتا تھا، دوسرے اس کو "سذق" کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس نے حکم دیا کہ پٹرول، پچکاریاں، بڑی بڑی شمعیں اور ماہر کارکن جمع کئے جائیں۔ چنانچہ اصفہان کا ہر پہاڑ اور ہر ٹیلہ، خار و خس سے ڈھک کر، لوہے کے تاروں سے جکڑ دیا گیا، کوّے اور چیل کی طرح کے بے شمار پرندے جمع کئے گئے، ان کی گردنوں اور پیروں میں پٹرول سے پُر خول لٹکائے گئے اور خود اس کے دربار میں بھی بڑی بڑی، عظیم الشان شمعیں نصب کی گئیں، تاکہ آگ لگا کر بیک وقت پہاڑوں ٹیلوں، صحراؤں، پرندوں، غرضیکہ پوری فضاء کو روشن کر دیا جائے۔

اس کے علاوہ، صحرا کے اندر، مرداویج نے، بہت سے "چڑیا گھر" بنا رکھے تھے، جس کے اندر مختلف قسم کے جانور، مثلاً گھوڑے، گائیں اور بھیڑیں وغیرہ، ہزاروں کی تعداد میں جمع کر رکھی تھیں اور ان چڑیا گھروں کو طرح طرح سے سجا رکھا تھا۔

تعجب اس پر آتا ہے کہ جب عباسی امراء کی زندگیاں، بغداد کے اندر تنگی کا شکار ہونے لگیں، تو وہ خود مجبور ہو گئے کہ کسی طرح وہ ان ایرانی حکومتوں کی آغوش میں پناہ لیں، چنانچہ ابو محمد عبداللہ بن عثمان الواثقی، جو امیر المومنین واثق باللہ کی اولاد میں سے تھے۔ بقول ثعالبی، وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر بخارا چلے گئے، اس امید میں کہ وہاں ان کے ساتھ خلفاء کی

اولاد جیسا سلوک کیا جائے گا اور کم از کم، محکمۂ ڈاک یا محکمۂ قضاۃ کی کوئی ایک اہم ذمہ داری ضرور سپرد کی جائے گی۔ یہی راہ وہاں کے وزراء نے بھی اختیار کی، مثلاً مقتدر اور مکتفی خلفاء کے وزیر ابو جعفر محمد بن عباس بن حسن کے متعلق ثعالبی لکھتا ہے کہ "حوادثِ زمانہ نے اسے بخارا پہونچا دیا، جہاں اس کی بڑی عزت اور بڑا احترام کیا گیا۔ یہ سامانی بادشاہوں کا اپنا پرانا دستور تھا کہ وہ صاحبِ حیثیت لوگوں کے ساتھ عزت سے پیش آتے تھے۔"

ان حکومتوں کے زیرِ سایہ، فارسی شعر و ادب کے بہت سے ادیب پروان چڑھے، مثلاً رودکی، جو سامانی دورِ حکومت میں، فارسی شاعری کا سرخیل شمار کیا جاتا ہے، اس نے ۳۰۶ھ میں وفات پائی۔ شاعرِ اعظم دقیقی، اصل میں اسی نے شاہنامہ کی ابتداء کی اور پھر فردوسی نے اس کو مکمل کیا۔ اسی طرح بلعمی، جس نے، منصور سامانی کی ایماء پر، تاریخِ طبری کو فارسی میں منتقل کیا۔

ان شعراء کے پیچھے اور بہت سے شعراء پیدا ہوئے، جن میں سے بعض نے صرف فارسی، بعض نے صرف عربی اور بعض ایسے تھے جنھوں نے ان دونوں زبانوں میں شعر کہے مثلاً قابوس ابن وشمگیر، ابو حسن شہید بلخی، ابو بکر محمد بن علی خسروی سرخسی اور عبداللہ، محمد جنیدی وغیرہ۔

اس دور میں شعراء کے پرکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ان سے فارسی شعروں کا عربی میں اور عربی کا فارسی میں ترجمہ کرایا جاتا تھا، جیسا کہ پہلی باریابی کے وقت ابن عباد کے دربار میں بدیع الزماں ہمدانی کے ساتھ پیش آیا۔

بعض ادیبوں کا رجحان، فارسی شعر و ادب کو، عربی میں منتقل کرنے کی طرف تھا۔ مثلاً بنداری، جس نے شاہنامہ کو پہلے مختصر کیا اور پھر اس کو عربی میں منتقل کر دیا، ابو الفضل احمد سکری مروزی، فارسی مثلوں کو، عربی میں منتقل کرنے کا بڑا شائق تھا، چنانچہ عربی کی اس کی بہت سی تضمینات ہیں، جن میں اس نے فارسی مثلوں کا ترجمہ کیا ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ ثعالبی نے اپنی کتاب "یتیمۃ الدھر" کے چوتھے حصہ میں کیا ہے، جیسے!

"من رام طمس الشمس جھلاً اخطأ ۞ الشمس بالتطیین لا تغطی"

(ترجمہ) جس نے آفتاب پر نادانی سے خاک ڈالنی چاہی اس نے غلطی کی ۞ اس لئے کہ آفتاب خاک سے چھپایا نہیں جا سکتا"

اس کے علاوہ اس کی اور بھی مثالیں ہیں جن کو کتاب مذکور کے صفحہ ۲۳ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

مروزی کی طرح، عبداللہ ضریر ابیوردی کا ایک قصیدہ ہے، جس میں اس نے بھی بعض فارسی مثلوں کا ترجمہ

کیا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

"صیامی اذا افطرت بالسحت ضلۃ ؛ وعلمی اذلم یجد ضرب من الجھل"

(ترجمہ) میرا روزہ جب میں کسی حرام چیز سے افطار کروں، تو گمراہی ہے۔ اور میرا علم، جب فائدہ مند نہ ہو، تو جہالت ہے۔

اس کے علاوہ ثعالبی نے، مثلوں سے متعلق، ایک اور قصیدہ کا بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن اتفاق سے اس کے مصنّف کا نام، اسے یاد نہیں رہا۔

اس طرح آہستہ آہستہ، عربی شعروادب پر، فارسی اسلوب (اسٹائل) لفظ اور معنی دونوں لحاظ سے چھانے لگا۔ مثال ملاحظہ ہو:۔

ابوعلی ساجی، شہر مرو کے بارے میں کہتا ہے ؎

"بلد طیب وماء معین ؛ وثری طیبہ یفوق العبیرا"

(ترجمہ) عمدہ شہر، چشمۂ جاری اور ایسی لطیف مٹی کہ جس کی خوشبو عبیر کو بھی مات کردے۔

"واذالمرء قدر السیرعنہ ؛ فھو ینھاہ باسمہ ان یسیرا"

(ترجمہ) آدمی جب اس شہر سے جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنے نام (مَرْو) سے، اس کو جانے سے روکتا ہے۔

پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب "تاریخ آداب اللغۃ الفارسیہ" میں اس شعر کی بابت لکھا ہے کہ "شاعر کی مراد اس مصرعہ "فھو ینھاہ باسمہ ان یسیرا" سے "یقول لہ مرو" ہے اور فارسی زبان میں مرو کے معنی "نہ جا" کے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے عربی اشعار ہیں، جن کے اندر، فارسی اسلوب اور خیال کی جھلک نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جیسے ابوالعلیٰ السروی نے نرگس کی تعریف میں لکھا ہے ؎

"حسی الربیع فقد حیا باکور ؛ من نرجس بہاءِ الحسن مذکور"

(ترجمہ) موسم بہار آیا اور نرگس کی کلیوں سے بھرے ہوئے دامن کے ساتھ آیا، وہ نرگس، جس کا حسن ضرب المثل ہے۔

کانما جفنہ بالغنج منفتحا ؛ کاس من التبر فی مندیل کافور

(ترجمہ) بصد دلربائی اس کی کھلی ہوئی آنکھیں، ایسی لگتی ہیں جیسے کہ کسی کافوری رومال کے اندر، کوئی طلائی کٹورہ رکھا ہوا ہو۔

سیب کی تعریف میں بھی اسی شاعر کے دو شعر ملاحظہ ہوں:۔

"وتفاحته قد همت وجداً بظرفها ÷ فما شعر ذی حذق یحیط بوصفها
اشبه بالمعشوق حمرة نصفها ÷ وبالعاشق المهجور صفرة نصفها

(ترجمہ) سیب کو دیکھ کر مجھ پر وجد کا عالم طاری ہوگیا، کسی کے بس کی بات نہیں کہ شعر کے ذریعہ اس کی صحیح تصویر کشی کر سکے۔

(") اس کا ایک نصف حصہ تو کسی معشوق کی طرح گلنار ہے اور دوسرا نصف حصہ، کسی عاشق مہجور کی طرح زرد ہے

فارسی زبان کے کماحقہ، ترقی نہ کرنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی، کہ عربی زبان، آغاز سے لے کر ابن العمید اور اس کے بعد کے عہد تک، برابر اس پر چھائی رہی، یہی نہیں، بلکہ عربی زبان' ایران میں علم و ادب، حکومت اور اعلیٰ طبقہ کی اصل زبان بن گئی تھی۔ ایرانیوں نے پورے خلوص کے ساتھ، عربی زبان کا استعمال کیا، ان کے خلوص کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے، جس کا ذکر، پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب "تاریخ ادب ایران" میں کیا ہے۔ واقعہ یا لکھا ہے، کہ ایک آدمی' نیشاپور میں عبداللہ بن طاہر کے پاس آیا اور ایک فارسی کتاب اس کی خدمت میں پیش کی۔ عبداللہ نے پوچھا یہ کیسی کتاب ہے؟ نووارد نے جواب دیا کہ یہ "وامق وعذریٰ" کی کہانی ہے۔ جس کو حکماء ایران نے مرتب کر کے، نوشیروان کے سامنے پیش کیا تھا، اس کا جواب سُن کر امیر موصوف نے کہا "ہم اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو قرآن پڑھتی ہے، ہم کو ایسی کتاب کی ضرورت نہیں، ہمارے لئے، بس اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت کافی ہے۔ تمہاری پیش کردہ یہ کتاب، چوں کہ مجوسیوں کی تصنیف ہے، اس لئے ہمارے لئے اور بھی ناپسندیدہ ہے" اس کے بعد امیر نے اس کتاب کو پانی میں پھینک دینے کے لئے کہا، جس طرح سے کہ اس نے اپنے دور امارت میں' مجوسیوں کی ساری کتابیں ضائع کرا دی تھیں' وہی سلوک اس کے ساتھ بھی کیا۔

ایرانی نژاد ہونے کے باوجود' ابن العمید کی عربیت کی تعریف کی جاتی تھی، چنانچہ، اس کے بارے میں متنبی کا ایک شعر ہے ؎

"عربی لسانه فلسفی ÷ رایه فارسیة اعیاده"

(اس کی زبان عربی ہے' رائے فلسفی ہے اور تہوار' ایرانی ہیں)

ابو سعید رستمی خود اپنے بارے میں لکھتا ہے:؎

"اذا نسبونی کنت من آل رستم ÷ ولکن شعری من لوی بن غالب"
(میرا نسب آل رستم سے ملتا ہے۔ لیکن میرے شعر، لوی بن غالب سے تعلق رکھتے ہیں)

علامہ زمخشری، اپنی معرکۃ الآراء کتاب" المفصل" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو علماءِ عرب کی صف میں جگہ دی، عربی عصبیت، ودیعت فرمائی اور عربوں کے معاون کی حیثیت سے ایک ممتاز مقام عطا کیا، اگرچہ میری پیدائش عرب کے مخالف گروپ میں ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مذہب سے، جس کے اندر طعن اور تشنیع کے سوا کچھ نہ تھا، مجھ کو محفوظ رکھا"

اس طور پر، عربی زبان، پورے ایران میں پروان چڑھی اور اس کے اندر بڑے بڑے عالم۔ ادیب، شاعر اور مصنف پیدا ہوئے، جن میں سے بعض کو تو تاریخ ادب عربی کا امام کہا جا سکتا ہے جیسے ابن العمید وغیرہ۔

مصباح اللغات۔ مکمل عربی اردو لغت

پچاس ہزار سے زیادہ عربی لفظوں کا جامع و مستند ذخیرہ

یہ شاندار عربی اردو لغت اپنی غیر معمولی خصوصیتوں کی وجہ سے لاجواب ہے، یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ آج تک اس درجہ کی کوئی ڈکشنری شائع نہیں ہوئی۔ جس میں عربی الفاظ اور لغت کے اتنے بڑے ذخیرے کو ایسے نفیس ترجمے اور نکھرے ہوئے مطلب کے ساتھ اردو میں منتقل کیا گیا ہو، سالہا سال کی تلاش و تحقیق اور محنت کے بعد بڑی تقطیع کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات کی یہ بے نظیر کتاب اصحابِ ذوق کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

المنجد جو عربی لغت کی جدید کتابوں میں سب سے زیادہ نفیس و دل پذیر سمجھی جاتی ہے ——
"مصباح اللغات" نہ صرف اس کا مکمل ترجمہ ہے بلکہ اس کی تیاری میں بہت سی بلند پایہ کتابوں سے اخذ و استنباط کی تمام صلاحیتوں سے کام لے کر مدد لی گئی ہے (جیسے قاموس، تاج العروس، لسان العرب، اقرب الموارد نہایہ، مجمع البحار، مفرداتِ امام راغب، منتہی الارب وغیرہ)

مصباح اللغات کا یہ ایڈیشن فوٹو آفسٹ پر طبع ہوا ہے

ضخامت ۱۰۲۴ صفحات۔ سائز موزوں، کتابت اعلیٰ، خوبصورت اور مضبوط چرمی جلد،

• قیمت مجلد بیس ۲۰ روپے •

(واضح رہے ان دنوں صرف المنجد ہی ۵۵ روپے سے زیادہ کی ملتی ہے)

ملنے کا پتہ:۔ **مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶**